POSTED AT LPC Delhi RMS
ON 10-11 August 2025, R.N.I No. 2186/57

POSTAL REGN. NO. DL (C) - 01/1195/2024-26, Licensed to Post
Without Prepayment U (C) - 160/2024-26, ISSN 2456-8511

Total Pages
8

HAMARI
ZABAN
(Weekly)

ہفت روزہ
ہماری زبان

اشاعت کا 86 واں سال

Date of Publication: 09-08-2025 • Price: 5/- • 15-21 August 2025 • Issue: 31 • Vol:84

۱۵تا۲۱ اگست ۲۰۲۵ء • شمارہ:۳۱ • جلد:۸۴

تعارف و تجزیہ

اردو کی ایک نایاب مثنوی 'دُرِ شہوار'

مشتاق احمد

عصری اردو ادب کے منظرنامے پر سرسری نگاہ ڈالنے سے ہی یہ حقیقت عیاں ہو جاتی ہے کہ حالیہ دہائیوں میں اردو شاعری پر قدرے زیادہ توجہ رہی ہے اور فکشن کو بھی فروغ ملا ہے۔ اس کے بعد تنقید کا زور وشور رہا لیکن صحرائے تحقیق میں صحرا نوردی کرنے والوں کی تعداد محض انگلیوں پر شمار کی جا سکتی ہے۔ ظاہر ہے کہ تحقیق ایک دقّت طلب اور پتّہ ماری کا تخلیقی عمل ہے جب کہ آج کے دورِ شہرت پسندی میں بیشتر قلم کاروں کی کوشش یہ ہے کہ وہ دیکھتے ہی دیکھتے افقِ ادب کا ستارہ بن جائے۔ نتیجہ ہے کہ دنیائے ادب میں 'کاتا اور لے دوڑے' کا ماحول پروان چڑھ رہا ہے۔ ایسے وقت میں تحقیق کی خارزار راہوں پر چلنے والے خال خال ہی نظر آ رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اردو میں تحقیق کے نام پر جامعاتی تحقیق کا تو انبار ہے کہ تحقیقی مقالہ برائے پی ایچ ڈی کی روش بہ حالتِ مجبوری عام ہے اور اس کے معیار و وقار پر گفتگو کرنا کسی کی دل آزاری کا سامان ہو سکتا ہے۔

مختصر یہ کہ اردو میں معیاری تحقیق کا چراغ گُل ہوتا ہوا نظر آ رہا ہے اور جس کی وجہ سے اردو کے بہت سے ایسے فنکار جو اب تک بحرِ گمنامی میں تہِ آب ہیں، ان تک غواصِ علم و ہنر کی رسائی نہیں ہو سکی ہے۔ اردو کے ایک ایسے ہی نابغۂ روزگار شہزادہ زبیر الدین گورگانی کو بھی ایک ایسے غواصِ فن کا انتظار ہے جو انھیں سمندر کی تہوں سے نکال کر ان کے تخلیقی منظوم و منثور اثاثے سے جہانِ اردو کو متعارف کرائے کہ ان کے شہ پارے تاریخِ ادب میں ایک الگ باب کے متقاضی ہیں۔

شہزادہ زبیر الدین دہلوی گورگانی (ولادت: 1845، وفات: 7 اگست 1910) ایک ہمہ جہت شخصیت کے مالک تھے۔ وہ بہ یک وقت ایک مورّخ، ایک عمدہ نثر نگار اور ایک پختہ ذہن شاعر تھے۔ شاعری میں اپنا نام زبیر دہلوی گورگانی لکھتے تھے اور انھوں نے اردو کے نامور استاد شاعر شوق نیموی سے شرفِ تلمذ حاصل کیا تھا۔ واضح ہو کہ شہزادہ زبیر الدین گورگانی بہادر شاہ ظفر کے بیٹے مرزا دارا بخت کی پہلی اولاد تھے۔ اگر بہادر شاہ ظفر کے بعد مغلیہ سلطنت قائم رہتی تو شہزادہ زبیر الدین گورگانی ہندستان کے بادشاہ مقرر کیے جاتے، لیکن تاریخ کے اوراق شاہد ہیں کہ 1857 کی پہلی جنگِ آزادی کے ناکام ہونے کے بعد نہ صرف مغلیہ سلطنت کے آخری چراغ بہادر شاہ ظفر کو جلاوطن کیا گیا اور ان کے خاندان کے درجنوں چشم و چراغ کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بجھا دیا گیا، مگر خوش قسمتی زبیر الدین شاہ گورگانی کی رہی کہ وہ 1857 کے غدر میں اپنی جان بچانے میں کامیاب رہے اور اپنی شناخت چھپانے کے لیے دربدری کی زندگی گزارتے رہے۔ عروج و زوال انسان کا مقدر ہے ورنہ کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ مغل خاندان کا ایک چشم و چراغ اپنی زندگی کے آخری ایام ریاستِ بہار کے دربھنگہ میں گزار کر آخری نیند سو جائے گا۔

بہادر شاہ ظفر کی جلاوطنی کے بعد مغلوں کی نام نہاد حکومت بھی ختم ہو گئی اور لال قلعہ کا کارواں تنکے کی طرح بکھر گیا۔ انھیں بکھرے ہوئے تنکوں میں شہزادہ زبیر الدین بھی تھے، ان کو مرزا رئیس بخت کا خطاب ملا تھا۔ جنگ کی ناکامی کے بعد شہزادہ زبیر الدین اپنی شناخت چھپا کر بنارس پہنچے اور یہیں ان کی ملاقات دربھنگہ کے مہاراجا لکچھمیشور سنگھ کے برادرِ حقیقی مہاراجا رامیشور سنگھ سے ہوئی۔ چوں کہ دربھنگہ کے مہاراج پر مغل خاندان کے بہت سے احسانات تھے کہ شہنشاہ اکبر نے ہی متھلا نچل ریاست کو پنڈت مہیش ٹھاکر کے سپرد کی تھی اور ان ہی کے خاندان کے مہاراجا رامیشور سنگھ تھے۔

اپنے دربھنگہ قیام اور مہاراجا رامیشور سنگھ سے ملاقات کا تذکرہ شہزادہ زبیر الدین خود ہی اپنی معرکۃ الآرا تصنیف 'موجِ سلطانی' میں یوں بیان کرتے ہیں:

"کیفیت اصل میری بالتفصیل قیام کی یہ ہے کہ میں بکشش آب و دانہ اتفاق زمانہ بھاگلپور آیا تو جناب مخلص نواز مسافر آشنا بلند خیال خورشید جمال مہاراجہ کنور رمیشر سنگھ بہادر دام حشمۂ برادرِ حقیقی جناب مہاراج معلیٰ القاب ممدوح سے ملاقات ہوئی۔ اس وقت میں نے کچھ کیفیت اپنی کہی۔ سن کر بہ دلداری و محبت شعاری میری التماس کو قبول کیا، میں ان ہی کی ذات بالتفات کے سبب 27 تاریخ ماہ مارچ 1881 کو دربھنگہ میں آیا اور جناب مہاراجا مستغنی عن الاوصاف دیدار سے شرف ہوا کمالِ محبت کے ساتھ مجھ سے ملاقات کی۔ جناب موصوف کی صفت و ثنا کیا ہو سکتی ہے۔ نہ قدرتِ زبان میں، نہ طاقتِ قلم میں کہ ایک شمّہ احسان کا بھی اظہار کروں۔ جناب والا نے میری قدردانی اور ہر طرح کی پاسبانی اس وقتِ ناپرسان میں ایسی کی ہے کہ سوائے اس کے کیا ہو سکتا ہے:

اگر ہر موئے من گردد زبانے   زتوارنم بحر یک داستانے
نیارم گوہر شکر تو شفتن   سر موئے زاحسانِ تو گفتن

اب میں مع اہل و عیال کے دربھنگہ میں رہتا ہوں۔ بہت آرام سے زندگی بسر کرتا ہوں۔"[1]

یہ ذکر پہلے ہی آ چکا ہے کہ شہزادہ زبیر الدین گورگانی کی طرف ہمارے محققین کی نگاہیں کم کم ہی رہی ہیں بلکہ یہ کہنا زیادہ مناسب ہے کہ چند مورخینِ ادب نے ہی زبیر الدین گورگانی کا ذکر کیا ہے۔ ان مورخین میں ایک معتبر نام شاداں فاروقی کا ہے جن کا 'تذکرہ بزمِ شمال' شمالی بہار کے شعرا کے مختصراً تعارف اور کلام پر مبنی ہے۔ اس کتاب میں شہزادہ زبیر الدین گورگانی کے متعلق یہ اطلاع دی گئی ہے:

'مہاراجہ لکچھمیشور سنگھ بہادر نے ان کو ڈیڑھ سو روپے ماہانہ وظیفہ مقرر فرمایا اور ان کے قیام کے لیے محلّہ قاضی محمد عظیم، دربھنگہ میں ایک بنگلہ تعمیر کرا دیا۔ شہزادہ نے اپنی زندگی کے آخری ایام اپنے خاندان کے ساتھ یہیں گزارے۔"[2]

یہاں اس بات کی وضاحت ضروری سمجھتا ہوں کہ شاداںؔ فاروقی نے شہزادہ کی ملاقات دربھنگہ کے مہاراجا لکچھمیشور سنگھ سے بنارس میں ہونے کی بات کہی ہے، جب کہ خود شہزادہ زبیر الدین نے مہاراجا کے حقیقی بھائی کنور رامیشور سنگھ سے بھاگلپور میں 1881 میں پہلی ملاقات کا ذکر کیا ہے۔ چوں کہ شہزادہ زبیر الدین اور ان کے خاندان کے متعلق تاریخِ ادب میں کہیں بھی تفصیلی معلومات درج نہیں ہے اس لیے ان کی تاریخِ پیدائش بھی طے نہیں ہے لیکن ان کا انتقال دربھنگہ میں 7 اگست 1910 کو ہوا اور اُس وقت ان کی عمر ساٹھ سے پینسٹھ سال بتائی جاتی ہے اس اندازے کے مطابق ان کی سنِ پیدائش 1845 کے آس پاس

قارئین! اب 'ہماری زبان' کا مطالعہ انجمن ترقیِ اردو (ہند) کی ویب سائٹ www.atuh.org پر بھی کر سکتے ہیں جہاں اِسے مفت میں ڈاؤن لوڈ کرنے کی سہولت بھی موجود ہے۔

تھی، جیسا کہ اردو کے مشہور تذکرہ نگار لالہ سری رام نے لکھا ہے:

''شہزادہ کے انتقال کی تاریخ ہجری سن ۱۳۲۸ء مطابق ۱۹۱۰ء ہے اور اس وقت ان کی عمر ساٹھ سال سے زیادہ تھی۔'' [3]

غرض کہ شہزادہ کا انتقال دربھنگہ میں 7 اگست 1910 کو ہوا اور ان کو دربھنگہ میں واقع درگاہ حضرت بھیکا شاہ سیلانی، مصرٹولہ کے احاطے میں دفن کیا گیا۔ دربھنگہ مہاراج نے ان کا ایک مقبرہ بنوایا جو آج بھی موجود ہے۔

شہزادہ زبیرالدین ہمہ جہت شخصیت کے مالک تھے۔ شاعری میں انھوں نے استاد شاعر شوقؔ نیموی سے شرفِ تلمذ حاصل کیا اور چوں کہ مہاراج دربھنگہ کے دربار میں شعر و شاعری کا صحت مند ماحول تھا۔ سنسکرت، میتھلی، فارسی اور اردو کے شاعروں کے لیے دربھنگہ مہاراج کا دروازہ ہمیشہ کھلا رہتا تھا اور شہزادہ زبیرالدین مہاراج دربھنگہ کے ایک خاص مہمان کے طور پر زندگی بسر کر رہے تھے اس لیے دربار میں دیگر شعرا سے کہیں زیادہ ان کا احترام کیا جاتا تھا۔ شہزادہ زبیرالدین کا پہلا دیوان 'چمنستانِ سخن' ہے جو 1316 ہجری مطابق 1898 میں شائع ہوا، یہ دیوان 410 غزلوں، ایک قصیدہ، ایک قطعہ، ایک رباعی، چار خمسہ اور دیگر کے عنوان سے تین کتاب شامل ہے۔ دیوان کے آخر میں تاریخ ترتیب اور تاریخِ طباعت کے کل 38 قطعات ہیں جن میں حضرت داغؔ دہلوی اور حضرت شوقؔ نیموی کے قطعات بھی ہیں۔ آخر میں دو صفحے کا تقریظ بہ زبانِ فارسی مرزا زبندہ بخت گورگانی کا شامل ہے۔ ان قطعات سے زبیرالدین گورگانی کے کلام کی انفرادیت کا بھی علم ہوتا ہے۔ اس دیوان کے ناشر حاجی سید جان، تاجرِ کتب شہر پٹنہ گورہٹہ نے بھی آخر میں ایک صفحہ کا اشتہار لکھا ہے اور دیوان کی خصوصیات بیان کی ہے۔ داغؔ دہلوی نے اس دیوان کی تاریخِ ترتیب، تاریخِ آغازِ طبع اور تاریخِ اختتامِ طبع کے مندرجہ ذیل قطعات لکھے ہیں:

تاریخِ ترتیب:

ہوا شاہزادہ کا دیوان جمع
کہا داغؔ نے مصرع سال بھی
یہ دیوان ہے خضرِ راہِ سخن
یہ مطبوعہ عالم ہے شاہِ سخن
14 13ھ

تاریخِ آغازِ طبع:

مستند ہے اہلِ قلعہ کی زبان
سال اس دیوان کا پوچھیں تو داغؔ
ریختہ نے اس سے پایا ہے رواج
کہہ دو سلطان سخن ہے اہلِ تاج
15 13ھ

تاریخ اختتامِ طبع:

کلام الملوک، ملوک الکلام
کہو داغؔ تاریخ دیوان کی
بڑھی اس سے توقیر و جاہ و سخن
مبارک یہ ہے بادشاہِ سخن
16 13ھ

واضح ہو کہ شہزادہ کے دیوان 'چمنستانِ سخن' کے سنِ اشاعت کے سلسلے میں بھی تذکرہ نگاروں میں اتفاق نظر نہیں آتا۔ بیشتر تذکرہ نگاروں نے اس کی سنِ اشاعت 1314ھ مطابق 1894 لکھی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ دیوان کے سرورق پر یہی سالِ طباعت لکھا ہوا ہے لیکن دیوان کے مطالعے کے بعد یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ 1314ھ سالِ طباعت نہیں بلکہ سالِ ترتیب ہے اور اس کی اشاعت 1316ھ مطابق 1898 ہے۔ جیسا کہ داغؔ کے قطعات سے بھی ثابت ہوتا ہے اور زبیرالدین گورگانی کے استاد حضرت شوقؔ نیموی نے بھی اس دیوان کا سالِ اشاعت 1316ھ ہی لکھا ہے۔ قطعہ ملاحظہ کیجیے:

چھپا کیا ہی دلکش کلامِ زبیر
ثناخواں ہیں جس کے صغیر و کبیر
لکھا طبع کا سال میں نے کلیم
یہ دیوان ہے واہ کیا بے نظیر
۱۳۱۶ھ

یہاں یہ ذکر بھی لازم معلوم ہوتا ہے کہ شہزادہ زبیرالدین نے جگہ جگہ 'چمنستانِ سخن' میں اپنے استاد حضرت شوقؔ نیموی کے تئیں اظہارِ عقیدت پیش کیا ہے۔ مثلاً:

حضرت شوقؔ ہیں زبیرؔ استاد
پوچھنا کیا مری فصاحت کا

☆

جب سے شوقؔ نیموی سے ہے تلمذ اے زبیرؔ
پایہ کیسا بڑھ گیا تقریر کا تقدیر سے

☆

استاد شوقؔ کا جو تصور بندھا زبیرؔ
مضمونِ شوقؔ دل سے اس وقت ابل پڑے

زبیرالدین گورگانی کی انشا پردازی کی نادر مثال ان کی تاریخی کتاب 'موجِ سلطانی' میں دیکھنے کو ملتی ہے۔ یہ کتاب 1884 میں شائع ہوئی اور اس میں 428 صفحات ہیں۔ 'موجِ سلطانی' میں انھوں نے اپنے خاندان کے حالات کے ساتھ ساتھ دہلی کے مکانات، مساجد، منادر اور باغوں کا بھی تذکرہ کیا ہے۔ ایک باب دربھنگہ کے مہاراجا کے متعلق بھی ہے۔ آخر میں ان کا کلام اور تاریخ ترتیب کے ساتھ شامل ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب 1883 میں ہی ترتیب دے دی گئی تھی اور 1884 میں طباعت کے مراحل سے گزر کر منظرِ عام پر آئی تھی۔ 'موجِ سلطانی' مطبوعہ منشی نول کشور، لکھنؤ سے شائع ہوئی ہے۔ کتاب کے آخر میں اشتہار سے معلوم ہوتا ہے کہ ستمبر 1884 میں اس کی طباعت مکمل ہوگئی تھی۔ انھوں نے ایک کتابچہ 'کلیدِ عقل' بھی لکھا ہے جو پند و نصائح پر مبنی ہے۔

چوں کہ راقم الحروف کا مقصدِ تحریر مثنوی 'دُرِّ شہوار' کا تعارف اور تنقیدی جائزہ ہے، اس لیے شہزادہ زبیرالدین کی غزلیہ شاعری اور تاریخ نویسی سے دامن بچاتے ہوئے اپنے مدعا پر آتا ہوں۔ 'مثنوی دُرِّ شہوار' مطبوعہ 1883 ایک نادر مثنوی ہے اور یہ مثنوی ملکہ نور جہاں اور بادشاہ جہانگیر کے داستانِ عشق پر مبنی ہے لیکن اس میں مغلیہ سلطنت کے تاجدار شاہ جہاں اور اورنگ زیب کے جلوس اور دورِ حکمرانی کا بھی نقشہ کھینچا گیا ہے۔ 72 صفحات پر مشتمل یہ مثنوی نہ صرف اپنے موضوع کے لحاظ سے بلکہ زبان و بیان کے اعتبار سے بھی بے مثال ہے کہ اس میں شہزادہ زبیرالدین کی شاعرانہ انفرادیت اجاگر ہوئی ہے۔ اس مثنوی میں شاعر نے دربھنگہ کے مہاراجا لکچھمیشور سنگھ کا بھی ذکر کیا ہے جس میں انھوں نے دربھنگہ کے مہاراجا کی رحم دلی اور ان کے اخلاق و محبت کا ذکر کیا ہے اور اسی مثنوی کے اشعار سے یہ بھی نشاندہی ہوتی ہے کہ شہزادہ زبیرالدین گورگانی 1881 میں دربھنگہ آئے۔ اشعار ملاحظہ کیجیے:

ہے آگاہ ان سے ہر اک خاص و عام
مہاراجہ لکچھ میشور سنگھ نام
انھیں سے یہ دربھنگہ آباد ہے
کہ چھوٹا بڑا جو ہے سب شاد ہے
مروت کے دفتر فتوت میں فرد
سخاوت میں ہے نام حاتم بھی گرد
الٰہی رہے جب تلک آسماں
رہیں اپنی گدی پہ یہ شادماں
مہاراج کا ایک ہوں میں جلیس
۱۸۸۱ء سے ہوں برابر انیس
مہاراج کا مجھ پہ احسان ہے
کروں شکر اس کا یہ امکان ہے
دعا ہے مری ہر صبح و شام
الٰہی تو رکھ ان کو شاداں مدام

(مثنوی دُرِّ شہوار)

ہم سب اس حقیقت سے واقف ہیں کہ مثنوی کا فارم دراصل اعلا شاعری کے لیے اپنے دامن میں کافی وسعت رکھتا ہے۔ اس کا کینوس کافی پھیلا ہوتا ہے اس لیے مثنوی میں شاعر کو اپنے شاعرانہ جوہر دکھانے کا موقع بہ آسانی مل جاتا ہے۔ عالمی شاعری میں بھی طویل شاعری کو بڑی اہمیت حاصل رہی ہے۔ فارسی میں فردوسی کا 'شاہنامہ' جو ایک مکمل مثنوی ہے اور جس میں رزمیہ داستان کو شعری قالب میں ڈھالا گیا ہے وہ نہ صرف فارسی ادب میں بلکہ عالمی ادب میں بھی اپنی اہمیت رکھتی ہے۔ سنسکرت میں بالمیکی کی 'رامائن' بھی ایک مکمل مثنوی ہی مانی جاتی ہے مگر افسوس ہے کہ اردو میں ایسی کوئی مثنوی نہیں ہے جسے 'شاہنامہ' یا 'رامائن' کے مقابلے میں رکھا جا سکے۔ البتہ میر حسنؔ نے اتنا ضرور کیا کہ طویل داستان کو شاعری یعنی مثنوی کے قالب میں ڈھالنے کی کوشش کی اور بزمیہ شاعری میں اپنی انفرادیت قائم کی۔ میرے خیال میں میر حسنؔ رزمیہ داستان بھی لکھتے تو شاید کامیاب ہوتے کیوں کہ ان کی مثنویوں میں اعلا شاعری کے نمونے موجود ہیں۔ شاہزادہ زبیرالدین کی مثنوی 'مثنوی دُرِّ شہوار' اردو کی دیگر مثنویوں سے قدرے مختلف ہے۔ اس مثنوی میں کل 1431 اشعار ہیں۔ مثنوی کا آغاز روایتی طور پر حمد سے ہوا ہے۔ جو 32 اشعار پر مشتمل ہے۔ اس کے بعد 39 اشعار کی نعت ہے۔ پھر 24 اشعار پر مشتمل منقبت ہے۔ مثنوی کی وجہِ تصنیف 53 اشعار میں بیان کی گئی ہے۔ چند اشعار ملاحظہ کیجیے:

لکھی آخرش نظم میں یہ کتاب
کہ مضموں ہے اس کا ہر اک لاجواب
بہت انکساری سے مجھ سے کہا
کہ تاخیر اس میں نہ کیجیے ذرا
ضروری ہے اب مدعائے سخن
رہیں گے یہ تا زیست رنج و محن
یہ سن کر کہ دل میں ہوا ایک جوش
اسی فکر میں سال بھر تھا خموش
قلم ہاتھ میں لے مناجات کی
الٰہی تو بر لا یہ حاجت مری
ندا دی یہ ہاتف نے اے دردمند
تیرے حصے میں ہے یہ نعمت بلند
کہ ہو شوق آبائی تیرا زبیر
یہ ہے علم موروثی پھر کیا ہے دیر
تو لکھ شوق سے نظم میں یہ کتاب
مدد تجھ پہ خالق کی ہے بے حساب

مثنوی میں 'در بیانِ تعریف ساقیِ ستم بنیاد' کے عنوان سے شہزادہ زبیرالدین نے شاعری کی اہمیت اور پھر اپنے حالات بیان کیے ہیں۔ 'اہمیتِ سخن' یوں بیان کرتے ہیں:

سخن جوہرِ نطقِ انسان ہے
زباں جسم ہے اور سخن جان ہے
سخن ہے درِ گنجِ اقلیمِ علم
سخن جب نہ ہو، کب ہو تعلیمِ علم
سخن ہے دوائے دلِ دردمند
ہے لاکھوں کا نام اس کے باعث بلند
سخن ہے بہارِ گلِ آرزو
ہے تیغِ زباں کی اسی سے نمو
سخن خسروِ کشورِ نظم ہے
سخن تاج و ظلِ سرِ نظم ہے
سخن ہے نسیمِ ریاضِ مراد
اسی سے ہر اک غنچۂ دل ہے شاد

(بقیہ صفحہ 7 پر)

پروفیسر خالد سعید کی اطفالی شاعری

غضنفر اقبال

پروفیسر خالد سعید (1950-2021) کی ادب و شعر میں پہچان کئی حوالوں سے ہے۔ وہ ہمہ جہت صلاحیتوں اور بے پناہ خوبیوں کے مالک تھے۔ خالد سعید فطری معلم اور عمدہ قلم کار تھے۔ ان کا شمار طلبہ کے مقبول اساتذہ میں ہوتا تھا۔ ان کو بچوں کی ذہنی تربیت اور علمی ترقی سے خاصی دل چسپی تھی۔ خالد سعید کو ادب اطفال سے عشق تھا، وہ اس عشق کے جذبے میں ہر وقت سرشار رہتے تھے۔ وہ نونہالانِ قوم اور طلبہ کی غیر تدریسی سرگرمیوں پر بھی پوری توجہ دیتے تھے۔ خالد سعید اپنی خدماتِ ادب کے لیے ہمیشہ یاد کیے جائیں گے۔

خالد سعید کی ادبِ اطفال پر اولین کتاب 'کھیل کہاوت' (1999) ہے۔ کتاب میں دس تا چودہ برس کے بچوں کے لیے 29 کہاوتوں کے معانی اور محلِ استعمال سے بحث کی گئی ہے۔ یہ باتصویر اور اپنی نوعیت کی پہلی کتاب ہے۔

خالد سعید کی زیرِ نگاہ کتاب 'تارا تارا نظمیں' (2024) کو تحقیق و تدوین کے بعد مستند، صاحب تحریر محترم ملنسار اطہر احمد نے باذوق اردو قاری کے حوالے کیا ہے۔ اپنی تحریر میں مرتب کتاب نے خالد سعید کی اطفالی سخنوری اور جنوبی ہند کی اہم ریاست کرناٹک میں ادبِ اطفال کی محققانہ جستجو سے سمت نمائی کی ہے۔

'تارا تارا نظمیں' کی مختصر نظمیں اپنے اندر ادبی شان رکھتی ہیں۔ یہ نظمیں بچوں کی ذہنی سطح کے عین مطابق ہیں۔ شاعر نے بچوں کے گرد و پیش کے ماحول کو ذہن و نگاہ میں رکھا تھا۔ خالد سعید کی نظمیہ تخلیق طلبہ و بچوں سے ان کی خیر خواہی، اخلاص اور رافت کا پتا دیتی ہیں۔ ان کی منظومات کے اسالیب اور تکنیک انوکھی ہیں۔ وہ مہندس کے راستے سے اردو ادب میں قدم رنجہ ہوئے تھے۔ اس کا اثر ان کی اپنے رنگ و انداز کی دو نظموں 'گنتی گیت' اور 'منظوم پہاڑا' میں نمایاں ہے۔ ان نظموں کے مطالعے کے بعد قاری شاعر کی ذہانت، فصاحت اور بلاغت کا قائل ہوتا ہے۔ ان میں ایک سے دس تک گنتی اور دو کے پہاڑے کا استعمال بصیرت انگیز ہے:

چار چار — پھولوں کا ہار
پانچ پانچ — چولھے میں آنچ
چھے چھے — چھے آم دے
سات سات — بولو سچ بات
آٹھ آٹھ — اشوک کی لاٹ

(نظم: گنتی گیت، ص 24)

دو چوک آٹھ — کھاؤ مل بانٹ
دو پنجے دس — آم کا رس
دو چھکے بارہ — لال غبارہ

(نظم: منظوم پہاڑا، ص 27)

سائنس کی بے شمار ایجادات نے قوم کی زندگی کو حیات پرور بنایا ہے۔ ٹیلی ویژن، ذرائع ابلاغ کا اہم ذریعہ ہے، تفریح کا بہترین وسیلہ ہے۔ گھڑی بھی سائنس کی اہم ایجاد ہے۔ خالد سعید کی دو نظمیں 'ٹیلی ویژن' اور 'ہماری گھڑی' ننھے منے بچوں کے قلب و دماغ پر اثر پذیری پیدا کرتی ہیں۔ یہ نظمیں پیاری، دل نشین اور معیاری ہیں:

گھر بیٹھے دکھلاتا ہے
جگ کی سیر کراتا ہے
سمجھے تم ٹی وی کیا ہے
چھوٹی سی اک دنیا ہے

(نظم: ٹیلی ویژن، ص 47)

شام سویرے چلتی ہے
تھکتی ہے نہ رکتی ہے
رات کو ہم سو جاتے ہیں
اور یہ جاگتی رہتی ہے
روز سویرے جگاتی ہے

(نظم: ہماری گھڑی، ص 48)

موسموں کی اپنی سی افادیت ہے۔ موسمِ سرما سے پیغامِ صحت حاصل ہوتا ہے۔ خالد سعید نے بچوں کے معصوم ذہنوں تک موسمِ سرما کا پیغام اپنی دو سلسلہ وار نظموں 'اب کے ایسا سرما آیا' میں خاص لطف اور رعنائی کے ساتھ پیش کیا ہے:

سورج کا بھی حال برا ہے
تھر تھر تھر کانپ رہا ہے
ٹھنڈ سے وہ بھی زرد ہوا ہے
آگ کا گولا سرد ہوا ہے
سورج بھی مانگے ہے سوئٹر
سوئٹر نہیں تو دے دو مفلر

(نظم: اب کے ایسا سرما آیا، ص 32)

جانوروں پر بھی خالد سعید نے قلم اٹھایا ہے۔ دو منظومات 'اک تھا بھالو' اور 'بی بی کی بلی' لکھ کر شاعر نے بچوں کی ذہنی نشو و نما میں حصہ لیا ہے۔ ان نظموں کی شیریں بیانی بچوں کو متوجہ کرتی ہے:

اک تھا بھالو
لوگ اسے کہتے تھے کالو
اک تھا بھالو
لومڑی اس کی پھوپھی ہوتی
چیتا اس کا خالو
اک تھا بھالو

(نظم: ایک تھا بھالو، ص 30)

بی بی نے بلی پالی تھی
کچھ اجلی، کچھ کالی تھی
آنکھیں نیلی نیلی تھیں
مونچھیں گیلی گیلی تھیں
بی نے بلی پالی تھی

(نظم: بی بی کی بلی، ص 40)

خالد سعید لسان و قواعد کا اعلا ترین شعور رکھتے تھے۔ ان کی تین نظمیں 'آؤ سیکھیں الف بے پے'، 'اپنی اپنی بولی' اور 'شبانہ نے اک روز املا لکھا' حروفِ تہجی، بولی اور املے کی معنویت سے عبارت ہیں۔ یہ پُر تاثیر نظمیں شاعرِ اطفال نے بچوں کے مزاج اور معصومیت کو سمجھتے ہوئے کہی ہیں:

آؤ سیکھیں الف بے پے
الف بے پے تے ٹے ثے
بولو بچو ساتھ مرے
الف بے تے ٹے ثے

(نظم: آؤ سیکھیں الف بے پے، ص 22)

مرغا بولے ککڑ کڑوں — ککڑ کڑوں
روز سویرے بانگ میں دوں — ککڑ کڑوں
چڑیا چہکے چوں چوں چوں — چوں چوں چوں
ڈالی ڈالی میں جھولوں — چوں چوں چوں

(نظم: اپنی اپنی بولی، ص 42)

کہا چاندنی تو لکھا چانی
جو شیرینی بولا لکھا شیرنی
جو غلہ لکھایا تو گلہ لکھا
شبانہ نے اک روز املا لکھا

(نظم: شبانہ نے اک روز املا لکھا، ص 56)

پھل ہمارے لیے اللہ تعالیٰ کی ایک عظیم نعمت ہیں۔ خالد سعید نے پھلوں پر بھی بھرپور نظمیں کہی ہیں۔ شاعر نے نظمیں 'بادام کا پیڑ' اور 'آم ہیں کیا، ہیں رس کے غبارے' میں بچوں کے ذوق اور اُن کی پسند کا لحاظ رکھا ہے۔ ان کی یہ پُر لطف نظمیں قابلِ مطالعہ ہیں:

چوڑے چوڑے، ہرے ہرے
پہلے تھے وہ ہرے ہرے
دھیرے دھیرے لال ہوئے
لال لال بادام کے پات

(نظم: بادام کا پیڑ، ص 26)

بچو! آم کا موسم آیا
جیسے روح کا مرہم آیا
سارے پھلوں کا آم ہے راجا
سب لوگوں کا آم ہے کھاجا

(نظم: آم ہیں کیا، ہیں رس کے غبارے، ص 50)

خالد سعید کی زیرِ تذکرہ طفلی نظموں کے علاوہ پیارے پیارے تارے، چور سپاہی، دیکھا ایک عجیب نگر، بی بی کا بستہ، اک موٹا تھا اور علم کا اجالا نہایت متاثر کن ہیں۔ ان نظموں کے مطالعے سے بچوں کے ذہن اور تخیل کی پرواز بلند سے بلند تر ہوتی ہے۔

خالد سعید کی تعمیری و تربیتی اطفالی شاعری نو آمدہ نسل کے افراد کے لیے بامقصد، مفید و شیریں ہے۔ شاعر نے بچوں کی ذہنی استعداد، نفسیاتی تقاضے اور فطری مطالبات کا نظموں میں خاص خیال رکھا ہے۔

بچوں اور طلبہ کے لیے خالد سعید کی نظمیں الفاظ کی خوش آہنگی، سادہ، شگفتہ اور صاف ستھرا بیان، مسرت اور روحانی اثر پیدا کرتا ہے۔ خالد سعید کی اطفالی نظمیہ شاعری کی تخلیق، جذباتی آسودگی، ... (بقیہ صفحہ 6 پر)

اردو دُنیا

سرکاری اردو میڈیم اسکول میں اساتذہ کی شدید قلت

خالی اسامیوں پر تقرری کا مطالبہ

بچکنڈہ، تلنگانہ (4 اگست)۔ ضلع کاماریڈی کے بچکنڈہ سرکاری اردو میڈیم ہائی اسکول میں اساتذہ کی شدید قلت کے سبب تعلیمی معیار متاثر ہورہا ہے۔ اسکول میں 129 طلبہ زیرِ تعلیم ہیں۔ جب کہ مضمون واری اساتذہ کی کئی اسامیاں طویل عرصے سے خالی ہیں۔ اسکول کی صورتِ حال کو نہایت تشویش ناک قرار دیتے ہوئے بچکنڈہ کے اقلیتی قائد کلیم پٹیل، اسکول مینجمنٹ کمیٹی کے سابق صدر شیخ حسین، یوسف چاوش نے کاماریڈی کلکٹر آفس منعقدہ پرجاوانی پروگرام میں کاماریڈی کے ضلع کلکٹر مسٹر آشیش ساگوان، ضلع مہتمم تعلیمات راجو سے تحریری نمائندگی کی اور مضمون واری اساتذہ اسکول اسسٹنٹ اردو، سوشل اسٹڈیز (سماجی علم) اور تلگو کی خالی اسامیوں پر فوری تقرری کا مطالبہ کیا ہے۔ مضمون واری اساتذہ کی کمی کی وجہ سے تدریسی عمل مزید متاثر ہونے کا اندیشہ ہے۔ اسکول میں ریاضی، تلگو، سوشل اسٹڈیز اور اردو جیسے بنیادی مضامین کے اساتذہ کی غیر موجودگی پہلے ہی طلبہ کے مستقبل پر سوالیہ نشان بن چکی ہے، اردو ٹیچر کی سبک دوشی حالات کو مزید پیچیدہ بنادے گی۔ مقامی سماجی تنظیموں نے حکومتِ تلنگانہ اور محکمۂ تعلیم اور ضلع کلکٹر سے اسکول میں فوری طور پر ریاضی مضمون کی پوسٹ کو منظور کرنے کا پُرزور مطالبہ کیا اور کہا کہ تلگو، سوشل اسٹڈیز اور اردو مضامین کے لیے مستقل اساتذہ کی تقرری بھی عمل میں لائی جائے تاکہ سرکاری اردو میڈیم اسکول کی تدریسی رفتار بحال ہوسکے اور دیہی علاقے کے طلبہ کا تعلیمی سفر کسی رکاوٹ کے بغیر جاری رہے۔ اگر بروقت توجہ نہ دی گئی تو اسکول کا تعلیمی معیار متاثر ہونے کے ساتھ ساتھ طالبات کی تعلیمی وابستگی بھی خطرے میں پڑسکتی ہے۔ ضلع کلکٹر نے خالی اسامیوں پر تقرری کا یقین دلایا۔ (سیاست۔حیدرآباد)

جگتیال کے گاندھی نگر اردو میڈیم اسکول میں اساتذہ کا تقرر

جگتیال، تلنگانہ (24 جولائی)۔ جگتیال میں واقع اردو میڈیم اپر پرائمری اسکول گاندھی نگر میں 44 طلبہ تعلیم حاصل کررہے ہیں، لیکن اس اسکول میں صرف ایک استاد ہی اپنی خدمت انجام دے رہے ہیں۔ استاد کی قلت کی وجہ سے طلبہ کی تعلیم متاثر ہورہی تھی۔ اس تعلق سے روزنامہ ’اعتماد‘ میں نیوز شائع کی گئی اور جلد سے جلد Dputation پر اساتذہ کا تقرر عمل میں لانے کا مطالبہ کیا گیا۔ ضلع کلکٹر ستیہ پرساد کی ہدایت پر اس اسکول میں Deputation پر اساتذہ کا تقرر عمل میں لایا گیا۔ طلبہ کے سرپرستوں نے ضلع کلکٹر ستیہ پرساد سمیت دیگر افسران اور روزنامہ ’اعتماد‘ سے اظہارِ تشکر کیا۔ (اعتماد۔حیدرآباد)

اردو میڈیم اسکولوں کی نشاندہی اور قیام کا مطالبہ

سنگاریڈی۔ محمد تاج الدین تاج (صدر آل انڈیا مائناریٹی ویلفیئر ایسوسی ایشن، ضلع سنگاریڈی) نے اپنے صحافتی بیان میں سنگاریڈی ضلع کے ڈسٹرکٹ ایجوکیشنل آفیسر وینکٹیشورلو کی جانب سے جاری کردہ حالیہ حکم نامے 2025/6A/2738 بتاریخ 7 جولائی 2025 میں شہری اور دیہی علاقوں میں اسکولوں کے قیام کی نشاندہی کی گئی ہے۔ اس فہرست میں کئی مقامات پر طلبہ کی تعداد 20 سے زائد ہونے کی بنیاد پر فوری طور پر نئے اسکول شروع کرنے کے احکام دیے گئے ہیں، جس سے تعلیمی سہولتوں میں اضافہ ہوگا اور بچوں کو بنیادی تعلیم ان کے قریب ترین مقامات پر میسر ہوگی۔ آل انڈیا مائناریٹی ویلفیئر ایسوسی ایشن سنگاریڈی، ڈسٹرکٹ ایجوکیشنل آفیسر اور حکومتِ تلنگانہ سے پُرزور مطالبہ کرتی ہے کہ اسکولوں کے قیام میں اردو میڈیم اسکولوں کو خصوصی طور پر شامل کیا جائے تاکہ اردو زبان بولنے والے طلبہ کو ان کی مادری زبان میں تعلیم حاصل کرنے کا موقع فراہم ہو۔ اردو زبان ریاست تلنگانہ کی دوسری سرکاری زبان ہے اور اس کے فروغ و بقا کے لیے تعلیمی سطح پر ٹھوس اقدام کرنا وقت کی ضرورت ہے۔ کئی اقلیتی علاقے جیسے ظہیرآباد علاقے میں جمالی کالونی، علی پور، کے سی آر نگر، رحمت نزد الانا کمپنی، بندے علی نگر نزد منگی برادر کمپنی وغیرہ میں اردو بولنے والی آبادی کی کثیر تعداد موجود ہے جو اردو میڈیم اسکولوں کے قیام کی متقاضی ہے۔ ہم حکومت سے مطالبہ کرتے ہیں کہ ان احکام میں ترمیم کر کے ہر متعلقہ وارڈ اور کالونی میں اردو میڈیم اسکول کی منظوری دی جائے تاکہ اقلیتی طلبہ کو ان کے بنیادی تعلیمی حقوق فراہم کیے جاسکیں۔ (گواہ۔حیدرآباد)

ڈی ایس ایس ایس بی نے اردو اکادمی میں مختلف اسامیوں کا اعلان کیا

درخواستیں 18 اگست سے 16 ستمبر 2025 تک آن لائن قبول کی جائیں گی

نئی دہلی (6 اگست)۔ دہلی سب آرڈینیٹ سروسز سلیکشن بورڈ (ڈی ایس ایس ایس بی) نے اردو زبان و ادب سے وابستہ نوجوانوں کے لیے ایک خوش آئند خبر سناتے ہوئے اردو اکادمی دہلی میں مختلف اہم اسامیوں پر تقرری کے لیے اشتہار جاری کیا ہے۔ ان اسامیوں پر درخواست دینے کی آن لائن کارروائی 18 اگست 2025 سے شروع ہوکر 16 ستمبر 2025 کی رات 11 بج کر 59 منٹ تک جاری رہے گی۔ اردو اکادمی دہلی میں اسسٹنٹ لائبریرین (گروپ سی، جنرل)، جونیر کمپیوٹر آپریٹر (گروپ سی، جنرل)، چیف اکاؤنٹینٹ (گروپ بی، جنرل)، اسسٹنٹ ایڈیٹر (گروپ بی، جنرل)، سب ایڈیٹر (گروپ بی، جنرل)، ہیڈ لائبریرین (گروپ بی، جنرل) کے لیے ایک ایک اسامی نکالی گئی ہے۔ یہ تمام اسامیاں اردو زبان و ادب، لائبریری سائنس، ایڈیٹنگ اور کمپیوٹر سے وابستہ نوجوانوں کے لیے ایک سنہرا موقع ہے۔ اردو زبان کے فروغ میں اردو اکادمی دہلی کا کردار ہمیشہ نمایاں رہا ہے، لیکن گذشتہ کئی سالوں سے یہاں پر کئی اسامیاں خالی تھیں۔ اس مسئلے کو روزنامہ ’انقلاب‘ نے کئی مرتبہ اٹھایا تھا، تاہم اب اس ادارے میں شمولیت کا موقع نوجوانوں کو نئی راہیں دکھا سکتا ہے۔ درخواست دینے کا طریقہ، تمام امیدواروں کو ہدایت دی گئی ہے کہ وہ ڈی ایس ایس ایس بی کی سرکاری ویب سائٹ پر جا کر اپنی درخواستیں مقررہ تاریخ سے مکمّل کریں۔ اہم ہدایات یہ ہیں کہ درخواست دہندہ اشتہار میں دی گئی اہلیت، عمر، تجربہ اور دیگر تفصیلات ڈی ایس ایس ایس بی کی ویب سائٹ سے خود چیک کریں۔ امتحان کی تاریخ بعد میں ویب سائٹ پر جاری کی جائے گی۔ قابلِ ذکر ہے کہ یہ بھرتیاں اردو زبان سے وابستہ نوجوانوں کے لیے روزگار کے مواقع پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ دہلی میں اردو ادب اور تعلیمی سرگرمیوں کے فروغ میں بھی معاون ثابت ہوں گی۔ مزید معلومات کے لیے ڈی ایس ایس ایس بی کی ویب سائٹ پر نظر رکھیں۔ (انقلاب۔دہلی)

مغربی بنگال کے اردو میڈیم اسکولوں کے مسائل پر میٹنگ

کولکاتا (27 جولائی)۔ مغربی بنگال کے اردو میڈیم ہائی اسکولوں کے مسائل اور اُن کے حل تلاش کرنے کے مقصد سے آل انڈیا ملّی کونسل (مغربی بنگال) کی جانب سے ملّی الامین کالج (برائے گرلز) کے آڈیٹوریم میں اردو اسکولوں کے ہیڈ ماسٹر، ہیڈ مسٹریس اور ٹیچر انچارج صاحبان کی ایک مشاورتی میٹنگ کا اہتمام کیا گیا جس میں ریاست کے بیس سے زیادہ اسکولوں کے نمائندوں نے شرکت کی۔ میٹنگ کی صدارت ہوڑہ ہائی اسکول کے ہیڈ ماسٹر جناب محمد آفتاب عالم نے فرمائی جب کہ محکمۂ اقلیتی امور و مدرسہ تعلیم، حکومتِ مغربی بنگال کے سابق پرنسپل سکریٹری جناب عابد حسین بطورِ مہمانِ خصوصی موجود تھے۔ میٹنگ کی ابتدا ناظمِ مجلس مبارک علی مبارکی کے خیر مقدمی کلمات سے ہوئی۔ اُنھوں نے بتایا کہ مغربی بنگال کے اردو اسکولوں میں اساتذہ کی غیر معمولی کمی کی وجہ سے حکومتِ مغربی بنگال کے محکمۂ اسکولی تعلیم نے 14 مارچ 2024 کو ایک حکم نامہ جاری کیا تھا جس کی رو سے ریاست کے 67 اردو اسکولوں میں ایک سال کے لیے 200 پارٹ ٹائم کنٹرا کچوئل ٹیچر کے تقرر کی بات کہی گئی تھی۔ حکم نامے کے مطابق ان تقرریوں کے لیے ہر ضلع میں ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ (ایجوکیشن) کی صدارت میں ڈسٹرکٹ انسپکٹر آف اسکولس، ڈسٹرکٹ آفیسر آف مائناریٹی افیئرز (DOMA) اور ڈسٹرکٹ ایجوکیشن آفیسر (ایس ایس ایم) پر مشتمل چار نفری سلیکشن کمیٹی بنانے کی ہدایت دی گئی تھی، لیکن اسکولوں کی تمام تر کوششوں کے باوجود آج تک ایک بھی تقرری عمل میں نہیں آئی اور ڈسٹرکٹ انسپکٹر آف اسکولس سے لے کر ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ تک ہر دفتر نے اس سلسلے میں لاعلمی کا اظہار کیا۔ اس مسئلے کے حل کے لیے عابد حسین صاحب نے اپنی خدمات پیش کرتے ہوئے کہا کہ وہ ہر ضلع کے اردو اسکولوں کے مدرسِ اعلا کو ساتھ لے کر وہاں کے ڈی ایم سے ملاقات کریں گے اور سلیکشن کمیٹی بنا کر جلد از جلد تقرریاں کروانے کو کہیں گے۔ میٹنگ میں موجود تمام لوگوں نے اتفاقِ رائے سے عابد حسین صاحب کی پیش کش کو بخوشی قبول کرلیا۔ اس کے بعد شرکا نے اردو اسکولوں میں ایس سی/ ایس ٹی ریزرویشن کا مسئلہ اٹھایا۔ انھوں نے بتایا کہ اردو میں ایس سی/ ایس ٹی امیدوار ملنا ناممکن ہے، اِس لیے اردو اسکولوں میں اساتذہ کی جو ویکنسیاں ایس سی/ ایس ٹی کے لیے مخصوص ہوجاتی ہیں اُنھیں پُر کرنا ممکن نہیں ہوتا۔ انھوں نے یاد دلایا کہ چار سال قبل ریاستی حکومت نے اردو اسکولوں کو لسانی اقلیتی درجہ دینے کی تجویز رکھی تھی تاکہ اردو اسکول ریزرویشن کی قید سے آزاد ہوسکیں، لیکن چار سال کے بعد بھی اس تجویز پر عمل درآمد نہیں ہوا۔ انھوں نے مطالبہ کیا کہ حکومت تمام اردو اسکولوں کو لسانی بنیاد پر اقلیتی درجہ دے کر انھیں ریزرویشن کی پابندی سے باہر نکالے۔ اس تجویز پر ردِّ عمل ظاہر کرتے ہوئے عابد حسین صاحب نے بتایا کہ مرکزی حکومت کے نئے قانون کے مطابق اب کوئی حکومت اجتماعی طور پر تعلیمی یا دیگر اداروں کو اقلیتی درجہ نہیں دے سکتی۔ البتہ اگر کوئی اسکول اقلیتی درجہ حاصل کرنا چاہتا ہے تو وہ براہِ ریاست ریاستی محکمۂ اقلیتی امور کو اس سلسلے میں درخواست دے سکتا ہے۔ عابد حسین صاحب نے مشورہ دیا کہ اردو اسکول اگر ریزرویشن کے چنگل سے نکلنا چاہتے ہیں تو وہ اقلیتی درجے کے لیے درخواست دیں اور وہ خود اس سلسلے میں ہر ممکن مدد کرنے کو تیار ہیں۔ مختلف اسکولوں کے مدرسینِ اعلا کے علاوہ ملّی کونسل کے ریاستی جنرل سکریٹری شہود عالم اور کولکاتا شاخ کے سکریٹری محمد رافع صدیقی، نائب سکریٹری قمرالدین ملک اور خازن شعیب فیصل نے بھی حاضرین سے خطاب کیا۔ کولکاتا شاخ کے نائب صدر نورالدین احمد نے ہدیۂ تشکر پیش کیا۔ (قومی تنظیم۔پٹنہ)

اردو اور انگلش میڈیم گورنمنٹ پرائمری اسکولوں کے قیام کے لیے نمائندگی

جگتیال (8 جولائی)۔سنٹرل کمیٹی ملتِ اسلامیہ جگتیال کے صدر ایم.اے. باری کی قیادت میں ایک وفد نے ضلع کلکٹریٹ پہنچ کر پرجاوانی پروگرام میں ایڈیشنل کلکٹر بی.ایس.لتا سے ملاقات کر کے انھیں ایک تحریری یاداشت حوالے کی اور مطالبہ کیا کہ نوکا پلی میں مقیم عوام کے لیے بنیادی سہولیات کے ساتھ ساتھ سرکاری پرائمری اسکول قائم کیے جائیں۔ایم.اے. باری صاحب نے کہا کہ حکومت نے حال ہی میں نوکا پلی ڈبل بیڈروم کالونی کو جگتیال میونسپلٹی میں ضم کیا ہے، وہاں طلبہ کے لیے کوئی اسکول نہیں ہے، اس لیے طلبہ تعلیم کے لیے وہاں سے جگتیال شہر آرہے ہیں، اگر ڈبل بیڈروم کالونی میں اردو اور انگلش میڈیم پرائمری اسکول قائم کیے جائیں تو طلبہ و طالبات کو سہولت ہوگی۔طلبہ کو نوکا پلی سے جگتیال شہر آنے میں بس سروس کا انتظام نہ ہونے سے روزانہ مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔طلبہ کی مشکلات کو دور کرنے کے لیے نوکا پلی سے جگتیال تک بس کا انتظام کرنے کی بھی درخواست کی۔اس موقعے پر ان کے ہمراہ نسیم احمد، موظف ہیڈ ماسٹر نعیم اور نوکا پلی ڈبل بیڈروم کالونی کے باشندے اور دیگر موجود تھے۔(سیاست۔حیدرآباد)

رام لعل کے خطوط کی پاکستان سے اشاعت

اردو کے معروف افسانہ نگار رام لعل (1923-1996) کے چند نایاب خطوط کی اشاعت حال ہی میں پاکستان سے ہوئی ہے۔کتاب کے کوائف یہ ہیں:

مکاتیبِ رام لعل بنام پروفیسر محمد سلیم احسن، میانوالی

عرصۂ مراسلت: 1980 تا 1996

ترتیب وتدوین: محمد منشا خان

اشاعت: مارچ 2025، قلم فاؤنڈیشن انٹرنیشنل، لاہور، پاکستان

یہ کتاب اردو ادب کے ایک اہم باب کو اجاگر کرتی ہے، جس میں ہندستان کے ممتاز افسانہ نگار رام لعل اور میانوالی کے معروف ادیب و دانشور پروفیسر محمد سلیم احسن کے درمیان 1980 سے 1996 تک ہونے والی خط و کتابت کو محفوظ کیا گیا ہے۔کتاب کو معروف محقق محمد منشا خان نے نہایت محنت اور سلیقے سے مرتب کیا ہے۔انھوں نے کتاب کا جامع اور مفصل مقدمہ تحریر کیا ہے جس میں رام لعل اور پروفیسر سلیم احسن کے تفصیلی حالات اور دونوں کی میانوالی سے وابستگی اور محبت کو نہایت مؤثر انداز میں بیان کیا ہے۔مقدمے میں یہ پہلو بھی اجاگر کیا گیا ہے کہ رام لعل نے اپنے خطوط میں متعدد مواقع پر اپنے آبائی شہر میانوالی اور اس کے باسیوں سے اپنی والہانہ محبت کا اظہار کیا ہے۔رام لعل کی پیدائش میانوالی، پنجاب (پاکستان) میں ہوئی۔قیامِ پاکستان کے بعد وہ ہندستان منتقل ہوگئے، مگر ان کا دل ہمیشہ اپنے آبائی شہر میانوالی کے ساتھ جُڑا رہا۔کتاب میں رام لعل کے پروفیسر محمد سلیم احسن کے نام 22 غیر مطبوعہ خطوط شامل کیے گئے ہیں، جب کہ ایک خط ان کے بچپن کے دوست سلطان احمد کندی کے نام بھی شامل ہے۔ضمائم میں رام لعل کا ایک خط داؤد انور خان کے نام اور پروفیسر سلیم احسن کا ایک مطبوعہ خط رام لعل کے نام شامل کیا گیا ہے، جو اس مجموعے کو مزید مکمل اور وقیع بناتے ہیں۔134 صفحات پر مشتمل کتاب مکاتیبِ رام لعل، اردو ادب میں ایک قابلِ قدر اضافہ ہے۔محمد منشا خان، گذشتہ پندرہ برسوں سے میانوالی میں ادبی، علمی اور روحانی سرگرمیوں کے فروغ میں مصروف ہیں۔وہ شاہ بسطام تحقیقاتی ادارہ برائے تصوف کے بانی ہیں، جس کا شمار ضلع میانوالی کی سب سے بڑی لائبریری میں ہوتا ہے۔

خدیجہ لائبریری کا 32واں یومِ تاسیس منایا گیا

خیرآباد (8 جولائی)۔قصبہ خیرآباد کی مشہور و معروف لائبریری خدیجہ لائبریری، محلّہ شیخ پورہ کی 32ویں یومِ تاسیس کی تقریب کا انعقاد 8 جولائی 2025 کو کیا گیا۔اس موقعے پر لائبریری کے بانی و ناظم عارف علی انصاری نے بعنوان 'لائبریری اور مطالعۂ کتب کی اہمیت و ضرورت' پر ایک تقریب منعقد کی جس کی صدارت حضرت مولانا و مفتی محمد مجاہد قاسمی نے کی اور نظامت کے فرائض مولانا معین الدین قاسمی نے انجام دیے۔حافظ محمد فیصل رحمانی نے تلاوتِ کلام اللہ سے مجلس کا آغاز کیا۔قصبے کی مشہور ادبی شخصیت ماسٹر فرید بلگرامی نے موجودہ دور میں کتابوں کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ کتابیں ہمارا عظیم ورثہ اور بیش قیمت سرمایہ ہیں، ان کے مطالعے اور استفادے کے ساتھ ساتھ ہمیں اس کے تحفظ و بقا کی بھی جدوجہد اور کوشش کرنی ہے۔مفتی محمد عاقب قاسمی خیرآبادی نے لائبریری کی اہمیت و ضرورت پر روشنی ڈالی۔انھوں نے کہا کہ لائبریری ایسا عظیم مقام ہے جہاں ہزاروں سال کا علمی وفکری اثاثہ، لاکھوں کروڑوں اربابِ علم و دانش کی ذہنی اور قلمی کاوشوں کا ثمرہ اور حاصل جمع ہوتا ہے۔لائبریری کی اہمیت و افادیت کو مہذب قوموں نے ہر دور میں تسلیم کیا ہے۔ترقی یافتہ ممالک میں ٹیکنالوجی اور جدید آلات اور اسباب و ذرائع کی فراہمی کے باوجود آج بھی پڑھنے لکھنے کا شوق کم نہیں ہوا۔مولانا مفتی محمد مجاہد قاسمی نے کتب بینی اور مطالعے کی اہمیت پر اظہارِ خیال کیا اور کہا کہ علم انسان کا زیور ہے اور مطالعہ علم کو جلا بخشتا ہے اور علم میں مضبوطی اور استحکام پیدا کرتا ہے۔اکابر علما آج بھی اپنی مصروفیات کے باوجود گھنٹوں مطالعہ اور کتب بینی میں مصروف رہتے ہیں۔اس موقعے پر مولانا سلمان ندوی خیرآبادی، حافظ محمد ہارون، لیاقت، محمد عاصم، ظہیر احمد، محمد مبین، ظفر عالم، نثار احمد للن اور نبی احمد وغیرہ خاص طور سے موجود رہے۔ (انقلاب۔لکھنؤ)

ہندستانی فکر و فلسفے کی گہرائی و گیرائی کا اردو میں منظّم مطالعہ ہونا چاہیے: پروفیسر عین الحسن

ملکی ہم آہنگی اور ثقافتی تکثیریت کو فروغ دینے کے لیے قومی اردو کونسل پابندِ عہد: ڈاکٹر شمس اقبال

قومی اردو کونسل میں مذہب و ثقافت پینل کی میٹنگ

نئی دہلی (12 جون، پریس ریلیز)۔قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان میں آج 'مذہب وثقافت پینل' کی میٹنگ کا انعقاد عمل میں آیا جس کی صدارت مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی کے وائس چانسلر پدم شری پروفیسر عین الحسن نے کی اور ملک کے مختلف علاقوں سے تعلق رکھنے والی اہم علمی و ثقافتی شخصیات نے اس میٹنگ میں شرکت کی۔میٹنگ کے آغاز میں کونسل کی اسسٹنٹ ڈائرکٹر (اکیڈمک) ڈاکٹر شمع کوثر یزدانی نے تمام مہمانوں کا استقبال کیا۔ڈائرکٹر ڈاکٹر محمد شمس اقبال نے افتتاحی کلمات ادا کرتے ہوئے کہا کہ ہندستان ایک ایسا ملک ہے جو اپنے مذہبی تنوع اور ثقافتی تکثیریت کے اعتبار سے دنیا کے نقشے پر ایک خاص امتیاز رکھتا ہے اس لیے ایک قومی اشاعتی ادارے کے طور پر قومی اردو کونسل ایسے مواد کی تیاری و اشاعت کے لیے پابندِ عہد ہے جو ملک میں قومی آہنگی کے فروغ و استحکام میں اپنا رول ادا کرے، اسی مقصد سے مذہب وثقافت کا ایک خاص پینل بنایا گیا ہے، جس کے زیرِ اہتمام اب تک ہندستانی مذاہب اور کلچر سے متعلق بہت سی اہم کتابیں شائع کی گئی ہیں۔انھوں نے کہا کہ اس نوتشکیل شدہ پینل میں ایسی اہم شخصیات شامل ہیں جو ملکی سطح پر اپنی شناخت رکھتی ہیں اور ہمیں امید ہے کہ ان کی رہنمائی میں کونسل مزید بہتر کام کرسکتی ہے۔پروفیسر عین الحسن نے اپنے صدارتی خطاب میں کہا کہ آج کے دور میں اگر ہم اپنی قومی ثقافتی شناخت و امتیاز کا تحفظ کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں ایک دوسرے کو سمجھنے کی ضرورت ہوگی اور اس مقصد سے ہمیں مختلف ہندستانی مذاہب اور ثقافتوں سے متعارف کروانے والا لٹریچر تیار کرنا ہوگا۔انھوں نے کہا کہ قومی اردو کونسل اس حوالے سے عرصۂ دراز سے کام کر رہی ہے اور ڈاکٹر شمس اقبال کی متحرک سربراہی میں اس کی سرگرمیوں میں مزید سرعت و وسعت آئی ہے، لہٰذا ہم بجا طور پر امید کرتے ہیں کہ کونسل ہندستان کے تہذیبی وثقافتی ورثے کے تحفظ اور اردو زبان میں اس کی اشاعت کے سلسلے میں مزید پختگی کے ساتھ آگے بڑھے گی۔انھوں نے اس کام کے لیے ادارہ جاتی اشتراک پر زور دیتے ہوئے کام کرنے والے باصلاحیت افراد کی تلاش، اسی طرح اہلِ علم خواتین کی حصے داری پر زور دیا۔انھوں نے کہا کہ ہندوستانی فلسفے میں غیر معمولی گیرائی ہے، جس کا اکتشاف کرنے کے ساتھ دنیا کو اس سے آشنا کرنے کی بھی ضرورت ہے۔

رضا لائبریری رامپور کے ڈائرکٹر ڈاکٹر پشکر مشرا نے کہا کہ اردو کی ادبی وشعری اہمیت اپنی جگہ مسلم ہے، مگر اس کے دائرے کو بڑھا کر اسے فکر و فلسفے اور معاشرتی حقائق کے شفاف اظہار کی زبان بنانے پر بھی توجہ دینا چاہیے۔انھوں نے قومی ثقافتی ورثے کو مضبوط کرنے کے حوالے سے ہندوستان کے 'صوفی ٹھاٹ' پر کام کرنے کی ضرورت پر زور دیا اور کہا کہ اس حوالے سے کونسل کی جانب سے اگر کوئی پروجیکٹ تیار کیا جاتا ہے تو رامپور رضا لائبریری کونسل کے ساتھ اشتراک کے لیے تیار ہے۔پروفیسر اقتدار محمد خاں (جامعہ ملیہ اسلامیہ) نے کہا کہ اسلامیات کے موضوع پر غیر مسلم اہلِ علم کی خدمات اسی طرح دیگر مذاہب کے مطالعے میں مسلم اسکالرز کی کدوکاوش پر بھی تحقیقی و اشاعتی کام ہونا چاہیے۔پروفیسر زینت شوکت علی نے کہا کہ ہندوستانی فلسفے، تصوف یا قومی ثقافت کے موضوع پر ایسی کتابیں تیار کرنے کی ضرورت ہے، جو عام لوگوں کے لیے قابلِ فہم ہوں، تبھی ہم اپنے مقصد کو پا سکتے ہیں۔پروفیسر شاہ حسین احمد (پٹنہ) نے کہا کہ مذہبی ہم آہنگی ،ثقافتی تنوع اور تصوف وصوفیا پر کتابوں کی اشاعت کے ساتھ کونسل کے پلیٹ فارم سے ملک کے مختلف شہروں اور صوبوں میں سمینار اور سمپوزیم کا بھی انعقاد کیا جانا چاہیے تاکہ ان موضوعات پر مطالعے کا ایک عمومی رجحان پیدا ہوسکے۔ڈاکٹر مبین زہرا (دہلی یونی ورسٹی) نے ثقافتی موضوعات خصوصاً تصوف کے حوالے سے خواتین کی علمی و عملی سرگرمیوں پر تحقیق و تالیف پر توجہ دینے کی بات کہی۔ڈاکٹر وارث مظہری (جامعہ ہمدرد، نئی دہلی) نے بھی ہندستانی مذاہب پر تعارفی لٹریچر کی تیاری اور ہندستان کے مذہبی تنوع کے خصوصی مطالعے پر زور دیا۔ڈاکٹر حفیظ الرحمٰن (کنوینر خسرو فاؤنڈیشن، دہلی) نے ہندستانی ثقافت اور تصوف پر لکھی گئی قدیم اور اہم کتابوں کے ترجمے اور ان کی اشاعت کو وقت کی ضرورت قرار دیا۔

میٹنگ کے دوران ممبران نے اس پینل کے تحت جاری اور مکمل شدہ مختلف پروجیکٹس کی صورتِ حال کا جائزہ لیا اور ان کے تعلق سے اہم فیصلے لیے گئے۔اس موقعے پر کونسل کے ڈائرکٹر ڈاکٹر شمس اقبال و دیگر شرکا نے باوقار شہری اعزاز 'پدم شری' سے نوازے جانے پر پروفیسر عین الحسن کا گلدستہ و شال پیش کر کے خصوصی استقبال کیا۔آخر میں ڈاکٹر شمع کوثر یزدانی (اسسٹنٹ ڈائرکٹر، اکیڈمک) کے اظہارِ تشکر کے ساتھ میٹنگ کا اختتام عمل میں آیا۔اس موقعے پر کونسل سے ڈاکٹر عبدالباری (اسسٹنٹ ایڈیٹر)، نایاب حسن (ریسرچ اسسٹنٹ) اور ڈاکٹر صائمہ ثمرین (پروجیکٹ اسسٹنٹ) وغیرہ بھی موجود رہے۔

نئی کتابیں

تبصرے کے لیے دو کتابوں کا آنا ضروری ہے

نام کتاب : کاتی ہوئی غزل
شاعر : ساجد پریمی
اشاعت : 2024
ضخامت : 334صفحات
قیمت : 300روپے
ملنے کا پتا : 42، گنوری گرلس اسکول، بھوپال
تبصرہ نگار : ڈاکٹر رضیہ حامد

ساجد پریمی بین الاقوامی شہرت کے حامل ایک مایۂ نازفن کار ہیں، ان کا زرخیز دماغ جہاں مختلف انداز کی پینٹنگز بناتا ہے وہیں شاعری کے میدان میں انسان کی زندگی کے مختلف رنگ اور سماجی طور پر انسان کو درپیش حالات کی بھی عکاسی کرتا ہے۔ وہ انسانی رشتوں کی اہمیت کے قائل ہیں۔ ساجد پریمی کو شاعری ورثہ میں ملی ہے، ان کے والد جناب واحد پریمی بھوپال کے کہنہ مشق اور استاد شاعر تھے۔ ان کا کلام ہندو بیرونِ ہند مختلف ادبی رسالوں کی زینت بنتا رہا ہے اور اہلِ علم ودانش سے خراجِ تحسین بھی حاصل کیا۔

ساجد پریمی نے اپنے والد کے نام سے ایک کتاب بھی ترتیب دی ہے اور ادبی تنظیم خوشبو ایجوکیشنل اینڈ کلچرل سوسائٹی کے وہ بانی ہیں، جس کے جلسے ہر ماہ ہوتے ہیں، طرحی مشاعرے بھی منعقد کرتے ہیں، اس کے علاوہ سالانہ تقریب میں وہ اپنے والد کے نام سے کسی ادیب و شاعر کو انعام سے نوازتے ہیں۔

زیرِ نظر مجموعہ ساجد پریمی کا ایسا مجموعہ ہے جو قاری کو محبت کی زبان سکھاتا ہے، گاندھی جی کی 'ہندوستانی' بولنے اور لکھنے کی ترغیب دیتا ہے۔ 'اپنی بات' میں ساجد پریمی لکھتے ہیں:

آنے والی نسل کو سایہ ملے گا پیڑ کا
میں جڑوں کو کھاد پانی دے رہا ہوں سوچ کر
بھید بھاشا کے مٹا کر بانٹتا ہوں تازگی
میں غزل ہندوستانی دے رہا ہوں سوچ کر

ساجد پریمی غزل کے شاعر ہیں۔ ان کے کلام میں جذبۂ دل کی فراوانی بھی ہے اور حسنِ لطیف کی دلکشی بھی ہے۔ 180 غزل کے مجموعے میں ہر طرزِ فکر کے قاری کے لیے اس کے ذوق کی تسکین کا سامان موجود ہے۔ ان کی شاعری کی زبان سادہ، سلیس الفاظ اور روزمرہ سے مزین ہے۔ ساجد پریمی نے ہندی کے الفاظ کو اپنی غزلوں میں برتنے کی سعی کی ہے، جس میں وہ کامیاب ہیں۔ عام بول چال کے ہندی الفاظ کے علاوہ انھوں نے کہیں کہیں مشکل اور ناموس الفاظ کا استعمال کر کے اُن کے معانی بھی نیچے لکھ دیے ہیں۔ میں ان کی اس کوشش کو سراہتی ہوں کہ انھوں نے عربی وفارسی کے ثقیل الفاظ سے اردو کو پاک کرنے کی سعی کی، وہ اردو کے فروغ کے لیے کوشاں ہیں۔

جو پہنچا ہو سپھلتا کے شکھر پر
ہزاروں میں کوئی اِک جَن گیا ہے
☆
اندھیری بستیاں ہیں ذہن سارے کند ہیں
بھلا ہوگا اگر دیپک رکھوگے راہِ ویراں پر

ساجد پریمی نے سماجی رشتوں میں آئی تبدیلیوں کو بھی اپنے اشعار میں اُجاگر کرنے کی جسارت کی ہے، کبھی وہ تبدیلیاں خوش آئند ہیں تو کہیں لمحۂ فکریہ ہیں۔ چند اشعار:

میاں پہلے بھی تھے بیمار ماں باپ
مگر پیشانیوں پر بل نہیں تھا
☆
تیرے شعروں میں فکر ہے ساجؔد
راز کتنا عجیب کُھلتا ہے

غم کی بارش میں بھیگ جاتا ہے
ایسا انسان جو دیالو ہے
☆
گیلی آنکھوں کو دیکھ کر یوں لگا
مل گیا مجھ کو مسکرانے کا دُکھ
☆
اُٹھا لینا سخن کے پھول کو تم
میاں اِک شعر جو اَرپت کیا ہے
☆
کبھی سمان کی باتیں بھی ہوں گی
ابھی چھوڑو ابھی اَوسر نہیں ہے
☆
انھیں اس طرح سے لفظوں میں اُتارا ہم نے
الھڑ جوانی، چاند چہرا اور ہے کورا دل

یہ بھی چاہت ہے نظر بھر کے دیکھوں
نہ وہ اپسرا ہے کہ کوئی پری ہے
☆
شرم لاتی ہے تازگی اس میں
چہرا اس کا گلاب ہوتا ہے
☆
اب ذرا پلکوں کی چلمن کو ہٹادو
موتیوں کو تو چمکنا چاہیے تھا
خوب صورت ہے حیا کا رنگ جاناں
اور چہرے کو چھلکنا چاہیے تھا
☆
ساجؔد کو پریمی کا لقب مل گیا ہے
شیدائے شرافت بھی لقب پوچھ رہے ہیں

ساجد پریمی کی شاعری میں غزل کا ہر رنگ نرالا ہے۔ انھوں نے گزرے زمانے کی تہذیب اور جذبوں کی بھی عکاسی کی ہے۔ یہ مجموعہ مثالی ہے، نئی نسل کو اس سے سبق لینا چاہیے۔ شاعری اور خاص کر غزل کو لوگوں کے دلوں تک پہنچانے کے لیے ان کی بھاشا کا بھی دھیان رکھنا ضروری ہے۔

اردو کے حروفِ تہجی سے سجا سرِ ورق دیدہ زیب ہے، اس مجموعے کو ہر لائبریری میں ہونا چاہیے، عام خریداروں کے لیے قیمت 300 روپے کچھ زیادہ ہے۔

◆◆

پروفیسر خالد سعید کی اطفالی شاعری

(بقیہ صفحہ 3 سے آگے)

ذہنی بالیدگی اور اخلاقی پاکیزگی کے تانے بانوں سے ہوئی ہے۔

یقینِ کامل ہے کہ پروفیسر خالد سعید کی شعری ادبِ اطفال کی تخلیق تعمیر پسند ادبِ عالیہ کے لیے ہوئی ہے اس کو شوق واشتیاق سے پڑھا جائے گا۔ خالد سعید نے اپنی نظم 'علم کا اُجالا' میں بچوں، طلبہ اور اُردو قاری کو یہ پیغام دیا ہے:

قائم رہے خدا
دائم رہے خدایا
آواز ایک آئی
دل کو پسند آئی
ہوتا ہے علم جس جا
رہتا نہیں اندھیرا

ڈاکٹر غضنفر اقبال
'سائبان' زبیر کالونی، ہاگرگہ کراس رنگ روڈ، گلبرگہ، کرناٹک 585104
E-mail :ghazanfaronnet@gmail.com
Mob. No.: 9945015964

اُردو ہندی ڈکشنری
انجمن ترقی اردو (ہند)
قیمت: 300 روپے

میاںِ من وتو
(تحقیقی و تنقیدی مضامین)
پروفیسر شاہد کمال
قیمت: 500 روپے

اسٹینڈرڈ
انگلش اُردو ڈکشنری
مولوی عبدالحق
قیمت: 500 روپے

میرا جنون اُردو
(خطبات و مضامین)
طاہر محمود
قیمت: 700 روپے

اُردو کی ایک نایاب مثنوی 'دُرِّ شہوار' (بقیہ صفحہ 2 سے آگے)

سخن ہے چراغِ شبِ ہجر تار
ہے وجہِ قرارِ دلِ بے قرار
کہاں انوریؔ اور فیضیؔ کہاں
کہاں سعدیِؔ بلبلِ خوش بیاں
سخن یار صاحب ہوا جس کا ہے
کبھی اس کا خالی نہیں کیسا ہے
سخن گوئی کا جن کو کچھ ہے مزا
دل وجاں سے ہیں وہ سخن پر فدا

پھر اپنے حالات یوں بیان کرتے ہیں:

لقب میرا شاہ عرف ہے دارا بخت
پسر ان کا ہوں میں توسن نیک بخت
وہی تھے ولی عہدِ شاہ ظفر
سخن داں، سخن سنج ، صاحب ہنر
یہ ہو سب پہ ظاہر مرا یہ کلام
زبیر الدین ہے نام مشہور عام
رئیس بخت بھی نام ہے دوسرا
مرے جد نے مجھ کو کیا تھا عطا

کل 76 صفحات پر مشتمل اس نظم میں مہرالنساء المخاطب بہ نور جہاں بیگم اور شہزادہ سلیم یعنی حضرت ابوالمظفر نورالدین محمد جہانگیر بادشاہ کی سوانح اور ان کی رودادِ عشق کو چار سو چار اشعار میں بیان کیا گیا ہے۔بیگم نور جہاں اور شہزادہ سلیم کے عشقیہ داستان کو یوں بیان کیا گیا ہے:

قلم یاں سے لکھتا ہے کچھ حالِ عشق
کہ روشن جہاں پر ہے احوالِ عشق
عجب رمزِ اُلفت کی ہے داستاں
کھلیں گے اب آگے کو رازِ نہاں

مثنوی میں علی قلی خاں کی شجاعت، شہنشاہ اکبر کی موت اور پھر شیرِ افگن کا احوال بڑے ہی دل چسپ انداز میں پیش کیا گیا ہے۔اس کے بعد شاہ جہاں کی تخت نشینی، ان کے مشاغل، قلعۂ دہلی کے روز وشب کی داستان کو شعری قالب میں پیش کیا گیا ہے۔یہ بات 80 اشعار پر مشتمل ہے۔ پھر سلطان معین الدین اورنگ زیب عالمگیر کا دکن حیدرآباد پر قابض ہونا اور گولکنڈہ کو فتح کرنے کی تاریخ کو شعری قالب میں ڈھال کر بیان کیا گیا ہے۔ یہ باب 285 اشعار پر مشتمل ہے۔ مثنوی کے مطالعے سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ شہزادہ زبیرالدین نہ صرف پختہ ذہن شاعر تھے بلکہ ان کے اندر تاریخی بصیرت بھی موجود تھی۔اورنگ زیب کے متعلق چند اشعار ملاحظہ کیجیے:

نہایت ہی دانا تھا یہ بادشاہ
شجاع و دلاور و عالی نگاہ
ہر اک علم میں بس یہ مشتاق تھا
امورِ خلافت میں بھی طاق تھا
ہوئی جمعہ کے روز اس کی وفات
گیا سوئے جنت یہ والا صفات
یہ اورنگ زیب خجستہ خصال
رہا حکمراں تا بہ اکّاون سال
زبیرؔ اب نہیں طول سے کوئی کام
کر اب قصۂ تالیف کو اختتام

مثنوی کے آخر میں 31 اشعار پر مشتمل مناجات ہے جس میں شاعر نے خدا سے اپنی کامیابی کی دعا مانگی ہے اور اپنے گناہوں کی مغفرت چاہی ہے۔اشعار ملاحظہ کیجیے:

الٰہی جہاں میں میں جب تک جیوں
مطیع، تابع فرمان تیرا رہوں
کریں جب سوال آکے منکر نکیر
شفیع الوریٰ ہوں مرے دستگیر
گنہ ہیں الٰہی مرے بے شمار
کوئی نیکی میں نے نہ کی کردگار
سوائے گنہ کچھ نہ حاصل کیا
ندامت زدہ میں ہمیشہ رہا
بجز رحم کے تیرے اے کردگار
گناہوں کا میرے نہیں ہے شمار
مری عمر گذری لہو لعب میں
پڑا ایسی غفلت کے میں خواب میں
نہیں توشہ عقبیٰ کا کچھ میرے ساتھ
الٰہی ہیں خالی مرے دونوں ہاتھ
نہ ہو زادِ رہ جس مسافر کے پاس
الٰہی نہ ہو کیوں وہ پھر بدحواس
تری ذات کا ہے سہارا مجھے
وہ کر ساتھ میرے جو زیبا تجھے
زبیر تیرا بندہ گنہگار ہے
نہ ساتھی کوئی نہ کوئی یار ہے

عہدِ عباسی کے ناقد ابوالفرج قدامہ بن جعفر نے اپنی مشہورِ زمانہ کتاب 'نقدالشعر' میں لکھا ہے کہ:

''شاعر کا فرض ہے کہ جب وہ کوئی موضوع اختیار کرے، خواہ وہ موضوع رفعت وبلندی کا ہو یا خشت ودانائیت کا، پاکبازی وپاکدانی کا ہو یا فحش گوئی وبدکلامی کا، عیش وعشرت کا ہو یا صبر وقناعت کا، مدح وذم کا ہو یا تنقید وتنقیص کا، موضوع کوئی بھی ہو شاعر کو اپنے پیرایۂ بیان میں حسن وجمال کے اظہار کی معراج تک پہنچنے کی کوشش کرنی چاہیے۔''[4]

اور ارسطو نے بھی شاعری کے متعلق یہ کہا تھا کہ:

''شاعری میں جو کردار پیش کیے جا رہے ہیں اگر ان کے ساتھ ایک فطری ہم احساسی کے ذریعے شاعر بھی اپنے اندر ان ہی جیسے جذبات پیدا کرلے تو تخلیق زیادہ تیقن انگیز ہو جائے گی ...لہٰذا شاعری ایک خوشگوار عطیۂ خداوندی یا کسی طرح کی دیوانگی پر دلالت کرتی ہے۔پہلی صورت میں تو انسان کسی بھی کردار کے سانچے میں ڈھل جانے کی قدرت رکھتا ہے، دوسری صورت میں وہ اپنے نفسِ اصلی سے باہر نکل کر جو سوچتا ہے وہی بن بیٹھتا ہے۔''[5]

مذکورہ دونوں اقتباسات کی روشنی میں یہ فیصلہ کرنا آسان ہو جاتا ہے کہ شہزادہ زبیرالدین کو نہ صرف صنفِ شاعری پر عبور حاصل ہے بلکہ وہ فنّی تقاضوں کو پورا کرنے میں بھی کماحقہٗ مہارت رکھتے ہیں ۔چوں کہ وہ ایک فطری شاعر ہیں اور رموزِ فن سے خوب خوب واقف ہیں اسی لیے انھوں نے کلاسیکی شاعری سے استفادہ کیا ہے اور اردو شاعری کی تہذیبی شائستگی کو برتنے کے ساتھ ساتھ شعری آہنگ کو نکھارنے کی کوشش کی ہے۔ کسی شاعر کی شناخت کا ضامن اس کی مخصوص لفظیات ہوتی ہے۔ایک فنکار دوسرے فنکار سے محض اس لیے مختلف سمجھا جاتا ہے کہ دونوں کے لفظی برتاؤ الگ الگ ہوتے ہیں ۔اس اعتبار سے بھی شہزادہ زبیرالدین اپنے ہم عصروں میں منفرد نظر آتے ہیں کہ انھوں نے اپنے اشعار میں موضوعی تنوع کے ساتھ ساتھ حسنِ الفاظ کا بھی خوب خوب خیال رکھا ہے۔وہ موضوع کے انتخاب میں مہارت رکھتے ہیں، وہ جمود وتعطل کے برعکس تحرک وتموج، اضطراب اور ہلچل کی طرف ذہن کو لے جاتے ہیں اور اسی نسبت سے ان کے اشعار کے دروبست اور بحروں میں بھی سکوت ونرمی اور روانی کے آثار نمایاں ہیں اور اس شعری وصف کا احساس خود شاعر کو بھی ہے جس پر وہ رشک بھی کرتے ہیں۔شعر ملاحظہ کیجیے:

دیکھ کر طرزِ جدید اور ہو کے خوش دل اے زبیر
کہتا ہے بزمِ سخن میں ہر سخن پرور چہ خوش

یہاں یہ ذکر بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ شہزادہ زبیرالدین گورگانی کی شاعری اجتماعی انتشار اور سیاسی بحران کے دور میں پروان چڑھی اور ارتقائی سفر طے کرتی رہی ۔اگر ان کی زندگی اور شاعری کو اس اضطراب اور اضمحلال کے دور کے پس منظر میں دیکھا جائے تو یہ حقیقت سامنے آئے گی کہ اس دورِ بحران میں بھی ان کے اندر زندگی جینے کا حوصلہ موجود ہے ۔ان کے یہاں جو شعری حسن کا احساس ہے وہ محض خیالی اور تصوراتی نہیں بلکہ حقیقی ہے۔وہ شاعری کے لوازمات سے خوب استفادہ کرتے ہیں۔تشبیہات واستعارات کے استعمال، صنائع وبدائع کی خوبیوں اور رمز وایما کی کرشمہ سازیوں کے علاوہ بحروں کا انتخاب بھی ان کے اشعار میں ایک کیفیت پیدا کردیتی ہے۔ان کی شاعری میں جگہ بہ جگہ سہلِ ممتنع کی بھی مثالیں موجود ہیں۔مثنوی 'دُرِّ شہوار' میں انھوں نے نہ صرف عشقیہ مضامین کو باندھنے میں اپنی فنکارانہ صلاحیت دکھائی ہے بلکہ انھوں نے اخلاقی اور فلسفیانہ موضوعات کو بھی اس خوبی سے ادا کیے ہیں جس کی مثال نادر ہی دیکھنے کو ملتی ہے۔

مختصر یہ کہ مثنوی 'درِّ شہوار' اردو کی دیگر مثنویوں سے موضوعی اعتبار سے قدرے مختلف ہے۔ یہ مثنوی کسی ایک قصہ پر مشتمل نہیں ہے بلکہ اس میں عشقیہ اشعار بھی ہیں، تاریخی واقعات بھی نظم کی صورت میں پیش کیے گئے ہیں، مغل بادشاہوں کی تخت نشینی کے مناظر کو بھی شعری قالب میں ڈھالا گیا ہے ۔اخلاقی اسباق بھی پیش کیے گئے ہیں اور شاعر نے اپنی بے کسی بھی بیان کی ہے۔ یہ مثنوی نہ صرف اعلا شاعری کا نمونہ پیش کرتی ہے بلکہ ایک خاص عہد کے شعری مزاج کی بھی عکاس ہے ۔مگر افسوس صد افسوس کہ ہمارے ناقدینِ ادب نے اس ادبی شہ پارے کی طرف کوئی توجہ نہیں دی۔ نتیجہ یہ ہے کہ اب تک یہ مثنوی اردو کی تاریخِ مثنوی میں کہیں بھی جگہ نہیں پاسکی ہے۔میرے خیال میں اس مثنوی کا اب تک نظر انداز کیا جانا نہ صرف شاعر اور ادب کے سنجیدہ، باذوق قارئین کے ساتھ ناانصافی ہے بلکہ زبان وادب کا بھی خسارۂ عظیم ہے۔

حوالہ جات:

1. موجِ سلطانی، ایڈیشن اول۔1884، ص:22
2. تذکرہ بزمِ شمال، جلد اول۔1986، ص:187
3. بحوالہ: خمخانۂ جاوید، جلد دوم، ص:619، ایڈیشن اول 1917
4. نقدالشعر۔قدامہ بن جعفر، مترجم محمد جعفر احراری، ص:49
5. شعریات/ارسطو۔مترجم شمس الرحمان فاروقی، ص:113

پروفیسر مشتاق احمد
پرنسپل، سی.ایم.کالج، دربھنگہ (بہار)
E-mail: rm.meezan@gmail.com
Mob. No. 9431414586

تحقیقی مباحث
رؤف پاریکھ
قیمت: 300 روپے

مغربی بنگال کے ضلع مغربی بردوان میں
اُردو میڈیم اسکولوں کی صورتِ حال

محمد وجیہ الدین جمال

ریاستِ مغربی بنگال میں کلکتہ کے بعد دوسری بڑی اردو آبادی والا آسنسول درگاپور پر مشتمل ضلع مغربی بردوان ہے۔ غیر سرکاری اعداد وشمار کے مطابق اس ضلع میں اردو زبان والوں کی آبادی 40 فیصد سے زیادہ ہے جب کہ سرکاری اعداد وشمار 30 فیصد بتاتے ہیں۔ اس بڑی اردو آبادی میں پرائمری اسکولوں کی تعداد 45 ہے، جب کہ سیکنڈری اور ہائر سیکنڈری اردو اسکولوں کی تعداد صرف 11 ہے۔ ایک جونیر ہائی اسکول اور چار مادھیا مک شکشا کیندر (ایم ایس کے) اور دو بغیر مالی تعاون کے سرکاری منظوری کے ساتھ چلنے والے اردو میڈیم اسکول ہیں۔ 11 سرکاری منظور شدہ اردو میڈیم سیکنڈری اور ہائر سیکنڈری اسکولوں میں طلبہ کی تعداد کے تناسب سے اساتذہ کی شدید قلت ہے۔ تمام اسکولوں میں موجود اساتذہ سے زیادہ تدریسی عملے کے عہدے خالی پڑے ہیں۔ ایسے میں ان سرکاری اسکولوں کا تعلیمی نظام بُری طرح سے بدحالی کا شکار ہے۔ المیہ یہ ہے کہ کئی اسکولوں میں کلرک اور پیون بھی نہیں ہیں اور مدتوں سے تدریسی عملہ ہی کلرک اور پیون کی ذمے داریوں کو بھی نبھاتے ہیں۔ پھر ریاستی حکومت کی طلبہ کی فلاح و بہبود کے نام پر چلنے والی درجنوں اسکیم ہیں جن سے طلبہ کو فیض پہنچانے کے نام پر اربابِ اقتدار اپنے ووٹ بینک کو مضبوط کرنے میں سرگرداں ہیں۔ اربابِ اقتدار کو تعلیمی بدحالی کے مسئلے سے کوئی فکر نہیں ہے، لیکن طلبہ کے فلاح و بہبود کے نام پر چلنے والی اسکیموں کے سلسلے سے ضلعی انتظامیہ سرگرم رہتی ہے اور ہر دن سرکاری رپورٹ طلب کرتی ہے۔ ان میں مڈ ڈے میل کی فراہمی ہو رہی ہے کہ نہیں؟ اقلیتی اور قبائلی اور پس ماندہ طلبہ کو اسکالرشپ کی فراہمی ہو رہی ہے کہ نہیں اور اسکالرشپ کی فراہمی کی شرح کی رپورٹ ضلع انتظامیہ کے پاس جمع کرنا ہوتا ہے، اس کے ساتھ طلبہ کو سائیکل کی فراہمی، سبوج ساتھی اسکیم کے نام سے جاری ہے۔ ان امور کی انجام دہی میں اساتذہ کو مصروف رہنا پڑتا ہے۔ اس کے علاوہ لڑکیوں کی تعلیمی فلاح و بہبود کے نام پر کنیا شری کا فائدہ ایک ایک طالبہ تک پہنچ رہا ہے کہ نہیں؟ اگر کوئی طالبہ اس اسکیم سے محروم ہے تو اس کے لیے ہیڈ ماسٹر اور اسکول کی انتظامیہ کو جواب دہ ہونا پڑتا ہے، لیکن اسکول کی تعلیمی بدحالی کے سلسلے سے کوئی جواب طلبی نہیں ہے اور نہ ہی کوئی کارروائی ہے۔ ضلع کے چند ایک اردو میڈیم ہائر سیکنڈری اسکولوں میں سائنس کے فزکس، کیمسٹری، بایولوجی اور آرٹس کے لیے جغرافیہ کے دارالتجربہ (لیباریٹری) اگر ہیں تو ان کے لیے کوئی معاون لیب اسسٹنٹ نہیں۔ اسکول میں لائبریری نہیں ہے یا اگر ہے بھی تو لائبریرین کا عہدہ مدتوں سے خالی پڑا ہے۔

2011 میں ممتا بنرجی کی قیادت میں بننے والی ریاستی حکومت کی جانب سے تدریسی عملے کی تقرری کے لیے 2016 میں آخری بار اسکول سروس کمیشن کے امتحانات ہوئے، جن کی تقرری 2018 اور 2019 میں کی گئی ہے لیکن اس کے بعد شعبۂ تعلیمات میں بدعنوانی کا معاملہ آشکار ہوا اور وزیرِ تعلیم پارتھو چٹرجی تدریسی عملے کی تقرری میں بدعنوانی کے الزام میں گرفتار کیے گئے اور ابھی تک وہ جیل کی سلاخوں کے پیچھے ہیں۔ سی بی آئی نے ان کے گھر سے اور ان کے اقربا کے گھروں سے کروڑوں روپے برآمد کیے اور کروڑوں کے سونے چاندی کے زیورات بھی برآمد کیے۔ اس کے ساتھ ساتھ وزیرِ تعلیم اور ان کے رفقا اور اقربا کے گھر کے نوکروں کو بھی اساتذہ کی حیثیت سے تقرری دینے کا معاملہ سامنے آیا، جس کے بعد 2016 کے سروس کمیشن میں کامیاب ہوکر تقرری پانے والے کم وبیش 23 ہزار اساتذہ کی تقرری پر ریاست کی عدالتِ عالیہ نے سوالیہ نشان کھڑا کیا، جو ابھی تک زیرِ سماعت ہے۔ اس میں دیگر زبانوں کے ساتھ ساتھ اردو والے بھی سیکڑوں اساتذہ شامل ہیں۔ عدالتی ہدایت کے مطابق دسمبر 2025 کے اندر اندر ریاستی حکومت کو ازسرِ نو اساتذہ و دیگر غیر تدریسی عملے کی تقرری کے عمل کو مکمل کر لینا ہے، لیکن اب عدلیہ کی غیر جانب داری بھی مشکوک ہوکر رہ گئی ہے، اس لیے کہ مغربی بنگال کے 26 اسکولی عملے کی تقرری کے سلسلے میں عدالتِ عالیہ نے تقرری کے عمل پر سوال اٹھایا تو شعبۂ تعلیمات یا متعلقہ ذمے داروں کے خلاف کارروائی کرنے کے بجائے تدریسی و غیر تدریسی عملے کو ہی ذمے دار قرار دیا۔

ضلع مغربی بردوان کے اردو میڈیم کے 11 سرکاری منظور شدہ سیکنڈری اور ہائر سیکنڈری اسکولوں اور تین جونیر ہائی اسکولوں نیز ریاست کی نظرِ عنایت سے فراہم کیے گئے مادھیا مک شکشا کیندر (ایم ایس کے) اور شیشو شکشا کیندر (ایس ایس کے) کے علاوہ دو بغیر مالی تعاون کے منظور شدہ اسکولوں کی بدحالی کا جائزے پر یہ مشتمل خاکہ ہے جس سے اردو میڈیم اسکولوں کی واضح تصویر قارئین کی نظروں کے سامنے ہوگی۔

اردو میڈیم اسکولوں میں تدریسی و غیر تدریسی عملے کی تقرری میں شیڈول کاسٹ اور شیڈول ٹرائب کا ریزرویشن بھی حائل ہوتا ہے، اس لیے کہ مغربی بنگال میں اردو میڈیم کے شیڈول کاسٹ اور شیڈول ٹرائب امیدوار دستیاب نہیں ہیں جس کی وجہ سے ریزرویشن روسٹر کے تحت سائنس، ریاضی اور جغرافیہ وغیرہ جیسے اہم مضامین کے تدریسی عملے کی تقرری نہیں ہو پاتی ہے۔ متعدد بار ریاست گیر پیمانے پر اردو زبان کی مختلف تنظیموں کی جانب سے اردو میڈیم اسکولوں میں شیڈول کاسٹ اور شیڈول ٹرائب کے ریزرویشن کو ختم کرانے کی تحریک چلائی گئی، لیکن تمام تحریکات بے سود ثابت ہوئیں، اس لیے کہ شیڈول کاسٹ اور شیڈول ٹرائب حکومت کا بہت بڑا ووٹ بینک ہے اور ان کی عدمِ دستیابی کے باوجود اگر ان کے عہدوں کو ختم کر دیا گیا تو اس کا فائدہ اپوزیشن کی سیاسی جماعتیں اٹھائیں گی اور اربابِ اقتدار کا بڑا ووٹ بینک متزلزل ہوسکتا ہے، اس لیے کسی قیمت پر بھی ان کے عہدوں کو ختم نہیں کیا جا سکتا۔ اس مجبوری کے پیشِ نظر اردو زبان کی تنظیم 'ادارہ علم و ادب، آسنسول' کی جانب سے ریاستی حکومت کو یہ مشورہ دیا گیا ہے کہ چوں کہ شیڈول کاسٹ اور شیڈول ٹرائب کے امیدوار اردو زبان کے ساتھ دستیاب نہیں ہیں، اس کے پیشِ نظر اگر ریاستی حکومت سہ لسانی فارمولے کو اپناتے ہوئے غیر اردو طلبہ کے لیے میٹریکولیشن سطح تک اگر اردو زبان کی لازمیت کر دیتی ہے اور اردو والے طلبہ کے لیے ریاستی حکومت ریاستی زبان بنگلہ کو لازمی کرتی ہے تو اس سے سبھوں کا فائدہ ہوگا۔ مستقبل قریب میں ایس سی ایس ٹی کے امیدوار اردو کے ساتھ دستیاب بھی ہو جائیں گے اور ریاست کے اردو والے بنگلہ زبان کی بھی سند لے سکیں گے۔

ستم بالائے ستم یہ کہ ریاست میں کاغذی سطح پر اردو کو دوسری سرکاری زبان کا درجہ حاصل ہے جس کے تحت ریاست کی دس فیصد سے زائد اردو آبادی والے علاقوں میں سرکاری اعلانات اور سرکاری اشتہارات کو اردو زبان میں بھی شائع کرنے کی سہولت دی گئی ہے لیکن اس پر بھی عمل درآمد نہیں ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں متعدد بار ضلع مجسٹریٹ سے سوالات کیے گئے لیکن کوئی خاطر خواہ نتیجہ برآمد نہیں ہوتا۔

اس شعر پر بات مکمل کی جاتی ہے:

ایک دو زخم نہیں سارا بدن ہے چھلنی
درد بے چارہ پریشاں ہے کدھر سے اٹھے

E-mail: wajihjamal2009@gmail.com
Mob. No 9333109530

مدیر : اطہر فاروقی
Editor : Ather Farouqui
شریکِ مدیر : محمد عارف خاں
Joint Editor : Mohd. Arif Khan
پرنٹر پبلشر : عبدالباری
Printer Publisher : Abdul Bari
مطبوعہ : جاوید پریس، 2096، رودگراں، لال کنواں، دہلی-٦
مالک : انجمن ترقی اردو (ہند)
اردو گھر، 212، راؤز ایونیو، نئی دہلی-110002
Proprietor:
Anjuman Taraqqi Urdu (Hind)
Urdu Ghar, 212-Rouse Avenue,
New Delhi-110002
قیمت : فی شمارہ: پانچ روپے، سالانہ: 200 روپے
بیرونی ممالک: آٹھ امریکن ڈالر
Subscription: (Per Issue): Rs. 5/-, Annual: 200/-
(Foreign Countries: US $ 8)
E-mail: hamarizaban.weekly@gmail.com
http://www.atuh.org,
Phones: 0091-11-23237722

ادارے کا مضمون نگاروں کی آرا سے متفق ہونا ضروری نہیں ہے (ادارہ)

Printed and Published by ***Abdul Bari*** on behalf of Anjuman Taraqqi Urdu (Hind), Urdu Ghar, 212, Rouse Avenue, New Delhi-110002 and Printed at Javed Press, 2096, Rodgran, Lal Kuan, Delhi-110006, Editor: ***Dr Ather Farouqui***